Journal of Islamic Civilization and Culture (JICC)

JOURNAL OF ISLAMIC CIVILIZATION AND CULTURE(JICC)

Volume 3, Issue 2 (July-December, 2020)
ISSN (Print):2707-689X
ISSN (Online) 2707-6903
Issue: http://www.ahbabtrust.org/ojs/index.php/jicc/issue/view/9
URL: http://ahbabtrust.org/ojs/index.php/jicc/issue/view/9
Article DOI: https://doi.org/10.46896/jicc.v3i2.119

Title A literary review of certain specific problems mentioned in Surah Al Taha in the light of Tafseer Al Ikleel

Author (s): Muhammad Sadiq Ullah and Dr. Sahibzada Baz Muhammad

Received on: 29 January, 2020
Accepted on: 26 November, 2020
Published on: 26 December, 2020

Citation: Muhammad Sadiq Ullah and Dr. Sahibzada Baz Muhammad, “Construction: A literary review of certain specific problems mentioned in Surah Al Taha in the light of Tafseer Al Ikleel,” JICC: 3 no, 2 (2020): 1-13

Publisher: Al-Ahbab Turst Islamabad

Islamic Research Index HEC Approved Research and Indexing Agency
INTERNATIONAL Scientific Indexing
المنهل ALMANHAL
ASIAN Research Index
Crossref

Click here for more

الاکلیل فی استنباط التنزیل کی روشنی میں سورۃ طٰہٰ میں مذکور مخصوص مسائل اوران کے احکام کا ایک مطالعاتی جائزہ

A literary review of certain specific problems mentioned in Surah Al Taha in the light of Tafseer Al Ikleel

محمد صدیق اللہ*

ڈاکٹر صاحبزادہ باز محمد**

Abstract :

Al-Suyuti was born on 3 October 1445 AD (9th century hijri) in Cairo, Egypt. His Family moved to Asyut in Mamluk Egypt, hence he called AlSuyuti. AlSuyuti was the famous Scholar of Islamic History. He worked in every field of Islamic studies .He belons to Shafi school of thought. He wrote many books about fiqh, Hadith, Tafseer and sufiism. AlSuyuti was died on 18 October 1505.

The summary of this article is that, it is not permissible in Islam to greet a non-Muslim first in a salaam. While, in case of extending concession for a special reason, it is permissible. In the same manner, only "Walaikum" will be said as a response to the Salam of a non-Muslim. It is also a belief of the majority of the Ulamma that all the Holy Prophets Were free from committing all kinds of sins. Sometime the matters done by them, seem sins but to the religious scholars, it is called a tendency of forget and thoughtless. The Final issue is the torment of the grave. The torment of the grave is proven by definite texts from the Holy Quran and the Hadith and these texts are continuously derived from the credible sources of Islam Even though, these logics are undeniable and the refusal of it, is equal to Infidelity. These logics are free from denial, because The Sadiq Nabi Kareem (PBUH) has informed us about it and the intellect also does not deny these arguments.

***Keywords**, Jalaludeen Sayoti,Tafseer al ikleel ,Sura Taha, Permissible, Islam, Salaam, Prophets, Religious, Scholars*

---

*ایم فل، شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف بلوچستان، کوئٹہ

**چیئرمین، شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف بلوچستان، کوئٹہ

تعارف مؤلف:

نام ونسب وکنیت:

علامہ جلال الدین سیوطیؒ کے حالات کے بارے میں صاحب ظفرا المحصلین بااحوال المصنفین میں تحریر کرتے ہیں کہ ،"نام و نسب وکنیت ،نام عبدالرحمن، لقب جلال الدین ،کنیت ابو الفضل ہے پورا نسب یوں ہے: عبدالرحمان جلال الدین بن ابی بکر محمد کمال الدین بن سابق الدین بن عثمان فخر الدین بن محمد ناظر الدین بن سیف الدین خضر بن ابی الصلاح ایوب نجم الدین بن محمد ناصر الدین بن شیخ ہمام الدین الاسیوطی ہے۔ سیوط کی طرف منسوب ہیں جسکو اسیوط بھی کہتے ہیں"۔[1]

تاریخ پیدائش: اسی طرح علامہ سیوطیؒ کی ولادت کے بارے میں صاحب ظفرا المحصلین بااحوال المصنفین میں لکھتے ہے کہ ،"بعد مغرب یکم رجب 849ھ میں پیدا ہوئے"[2]

حصول علم:

آپ کے احوال زندگی کے بارے میں تاریخ تفسیر ومفسرین کے مولف غلام احمد حریری مرحوم تحریر فرماتے ہیں کہ ،"ابھی پانچ برس سات ماہ کے تھے کہ ان کے والد کا انتقال ہو گیا والد نے آپ کو چند لوگوں کی تحویل میں دے دیا تھا جن میں کمال بن ہمام کا نام قابل ذکر ہے۔ آپ نے ان کی حفاظت وتربیت کا حق ادا کر دیا۔ آٹھ سال کی عمر میں قران کریم اور بہت سی متون زبانی یاد کر لیں۔ آپ کے تلمیذ علامہ داؤدی کا بیان ہے کہ علامہ سیوطی کے شیوخ واساتذہ کی تعداد اکاون ہیں۔ آپ پانچ سو سے زائد کتب کے مصنف ومؤلف ہے، امام سیوطی سرعت تصنیف میں عدیم النظیر تھے، داؤدی کہتے ہے کہ میرا چشم دیدہ واقعہ ہے کہ استاد گرامی ایک دن میں تین بڑے اجزاء تحریر کر لیا کرتے تھے سیوطی علم حدیث اوراس کے متعلقہ فنون متون اور اسانید کے روات ورجال اور استنباط احکام میں یکتائے روزگار تھے وہ خود فرماتے ہیں کہ مجھے دولاکھ احادیث یاد ہیں۔ اور اگر کچھ اور حدیثیں ملتے تو میں انہیں بھی یاد کر لیتا جب چالیس سال کی عمر کو پہنچے تو دنیوی علائق سے علیحدہ ہو کر اپنے آپ کو ذکر وعبادت کے لئے وقف کر دیا فتوی اور تدریس تک ترک کر دی۔ روضۃ المقیاس میں سکون پزیر ہوئے اور وفات تک وہی رہے آب کے بہت سے مناقب وکرامات ہیں آپ نے بہت عمدہ اشعار بھی کہے ہیں۔ جو علمی فوائد اور شرعی احکام سے متعلق ہیں۔"[3]

علمی خدمات:

جلال الدین سیوطی حیرت انگیز قوت حافظہ کے مالک تھے، آپ نے آٹھ برس کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا۔ اس کے بعد عمدۃ الاحکام للنووی، منہاج لابن مالک، اور الفیۃ للبیضاوی حفظ کر لیں۔ آپ نے مصر کے نامور اساتذہ سے تفسیر، حدیث، فقہ، نحو، معانی، بیان، طب وغیرہ علوم کی تعلیم حاصل کی۔

۸۶۹ھ میں سیوطی فریضہ حج ادا کرنے کے لیے گئے اور وہاں کے اساتذہ سے کسب فیض کیا، اس کے بعد ۸۷۰ھ کے اوائل میں قاہرہ واپس آئے اور اپنے والد کے مدرسہ شیخونیہ میں مدرس ہو گئے۔[4]

تصانیف:

علامہ سیوطیؒ نے کتب کی تصنیف کے کام کا آغاز 866ھ سے کیا اور 872ھ میں حدیث لکھنا شروع کی۔ آپ کے شاگرد داودی کے نزدیک ان کی تعداد پانچ سو سے زائد ہے۔

علامہ سیوطیؒ نے بہت سے کتب کی تالیف فرمائی ہے جن میں سے بعض مشہور تصانیف درج ذیل ہیں:

1۔ شرح ألفية العراقي 2۔ الإتقان فی علوم القرآن 3 ۔ الباب النقول في أسباب النزول
4۔ الأزهار الفائحة على الفاتحة 5۔ تكملة تفسير الشيخ جلال الدين المحلي 6۔ الدر المنثور في التفسير بالمأثور
7۔ حاشية على تفسير البيضاوي۔ 8 عين الإصابة في معرفة الصحابة 9۔ شرح الاستعاذة والبسملة
10۔ تناسق الدرر في تناسب السور 11۔ مجمع البحرين و مطلع البدرين 12۔ المدرج إلى المدرج

وفات:

آپکی وفات کے بارے میں ظفر المحصلین باحوال المصنفین کے مصنف لکھتے ہے کہ، "ہاتھ کے ورم میں مبتلا ہو کر آخر شب جمعہ 19 جمادی الاول 911ھ میں انتقال کر گئے"۔[5]

تفسیر الاکلیل فی استنباط التنزیل کا ایک مختصر جائزہ:

قرآن کریم بنی نوع انسان کیلئے اللہ تعالی کا نازل کردہ وہ آخری کتاب ہے جو رہتی دنیا تک مشعل راہ اور ہدایت کا سامان ہے۔اور قرآن کریم دنیا کی وہ واحد آسمانی کتاب ہے جو زمانہ نزول سے آج تک اپنی اصلی شکل وصورت میں محفوظ ہے۔ عہد رسالت کے بعد سے قرآن کریم کے بے شمار تفسیریں لکھی گئی ہیں بلکہ دنیا کے کسی کتاب کی بھی اتنی خدمت نہیں کی گئی جتنی قرآن کریم کی کی گئی ہے۔ چنانچہ ہر دور میں مفسرین نے اپنے ذوق اور علم کے مطابق چھوٹی اور بڑی تفاسیر لکھی۔ جن کی وجہ سے تفسیر کے علوم کا دائرہ وسیع ہوا۔ مثلا نحوی علماء نے تفاسیر لکھی، انہوں نے اپنی تفسیر میں نحوی مسائل کو مد نظر رکھا۔ علوم عقلیہ کے علماء نے جو تفاسیر تحریر کی ان میں فلسفہ کو مد نظر رکھا۔ صوفیاء کرام نے جو تفاسیر تحریر کی انہوں نے اس میں علم تصوف کو مد نظر رکھا۔ موجودہ تفسیر علامہ جلال الدین سیوطیؒ کی عظیم المرتبہ تفسیر "الاکلیل فی استنباط التنزیل" ہے جسکو علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے فقہی مسائل کے لحاظ سے تصنیف کرلی ہے، جسے احکام القرآن بھی کہا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں احکام القرآن پر مبنی آیات کا تخمینہ 500 آیات یا اس سے کچھ زیادہ ہے، جسکو مفسرین کرام نے ان ہی احکام پر مبنی آیات کو جمع کر کے فقہی تفسیری مجموعے مرتب کئی ہے۔

احکام القرآن پر عہد اول سے لے کر آج تک بہت ہی کتب تفاسیر تحریر کرلی گئی ہے، مگر علامہ سیوطیؒ کی تفسیر ''الاکلیل فی استنباط التنزیل'' ان سب سے جدا ہے، کیونکہ علامہ سیوطی نے نہایت مختصر و بہترین ترتیب سے فقہی ہی کے احکام کو جمع کیا ہے اور صرف وہی آیات کا تذکرہ فرماتے جن میں فقہی مسائل موجود ہے، نیز علامہ سیوطیؒ کا یہ مجموعہ احکام فقہیہ میں فقہ مذہب شافعیہ کے مسلک کے پابند ہے مگر دیگر فقہی مسالک کو بھی نظرانداز نہیں کرتے ہے بلکہ موقع بہ موقع انکا تذکرہ بھی کرتے ہیں۔

سورہ طہ کا مرکزی خیال اور خلاصہ مضامین:

سورہ طہ مکی زندگی میں سنہ 6 نبوت سے پہلے نازل ہوئی اس امر کا ثبوت یہ ہے کہ سنہ 6 نبوت میں جب مسلمان مہاجرین کا پہلا قافلہ حبشہ پہنچا تو وہاں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ نے یہ سورۃ نجاشی بادشاہ کے سامنے تلاوت کی تھی، سورۃ طٰہٰ کے مضامین میں سے جو مرکزی مضامین ہیں، ان میں سے توحید اور رسالت کے مضامین ہیں، اسی طرح معاد، وحی الٰہی اور قرآن کریم کی حقانیت و صداقت کے متعلق مضامین ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کی تفصیل ہے، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا خصوصی ذکر ہے اور اسکے علاوہ جادو گروں کا ذکر ہے کہ جادو گروں سے مقابلہ اور اس کے نتیجہ میں اللہ تعالی کا مدد و نصرت اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کامیابی سے ہمکنار کرنا، اور بالخصوص اس واقعہ سے حضور ﷺ کو تسلی دینا مقصود ہے، اسی طرح اس سورت میں فرعون کا غرق آبی، اور حالت نزع میں توبہ کی قبولیت کی کچھ تفصیل ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سامری سے ملاقات، اور موسی علیہ السلام کا مدین چلا جانا اور واپس آنے کی تفصیل ہے، اس کے ساتھ ساتھ دعا کی قبولیت اور انعامات کا تذکرہ ہے، اور قیامت کا دن، اور قرآن بزبان عربی کے حکمت کی کچھ تفصیل ہے، اور حضرت آدم علیہ السلام کے لغزش، اور سامان عبرت، اور دنیاوی آسائش کا تذکرہ بھی موجود ہے، چنانچہ اشرف علی تھانویؒ سورۃ طٰہٰ کے مضامین کے بارے میں تحریر فرماتے ہے کہ: ''اوپر کی سورت میں توحید ورسالت و معاد کا بیان تھا اس سورت میں بھی یہی مضامین ہیں چنانچہ شروع میں رسالت و وحی کے متعلق مضمون ہے اور تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ سے توحید کے متعلق ہے اور وَهَلْ اَتَاكَ سے موسیٰ علیہ السلام کے قصہ توحید ورسالت دونوں کی تقریر ہوگئی چنانچہ اِنَّنِیْ اَنَا اللّٰهُ میں توحید کی تصریح اور رسالت موسویہ سے رسالت محمدیہ کی توضیح ہے پھر كَذٰلِكَ نَقُصُّ (طٰہٰ:99) سے وحی و تنزیل کے مضمون کی تکمیل ہے پھر مَّنْ اَعْرَضَ (طہ :100) سے اس وحی کے مصدق و مکذب کی جزاء اور سزاء کے ذکر کے ساتھ معاد کی تفصیل ہے پھر وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَاهُ (طٰہٰ : 113) الخ میں رسالت کا ذکر اور فَتَعَالَى اللّٰهُ (طہ :114) میں توحید کا ذکر اور وَلَقَدْ عَهِدْنَا

(طٰہ:115)الخ میں كَذٰلِكَ نَقُصُّ (طٰہ:99)کی تتمیم پھر فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ (طٰہ:123)سے توحید ورسالت کے ماننے اور نہ ماننے کی جزاء اور سزاء اور اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ (طٰہ:128)سے وعید سزا کی تقریر اور فَاصْبِرْ (طٰہ:130) میں مکذبین کے معاملہ میں رسول اللہ ﷺ کی تسلی اور وَقَالُوْا لَوْلَا يَاْتِيْنَا (طٰہ:133)سے ختم تک رسالت کے متعلق مکذبین کے ایک شبہ کا جواب ہے اور چونکہ اوپر کے سورت ذکر قرآن پر ختم ہوئی اور ئی سورت بھی ذکر قرآن سے شروع ہوئی ہے اسلئے اسکے خاتمہ اور اسکے فاتحہ میں بھی مناسبت کا خاص حاصل ہے۔"[6]

اس آرٹیکل میں الاکلیل فی استنباط التنزیل کی روشنی میں سورۃ طہ میں مذکور مخصوص مسائل اور ان کے احکام کا ایک مطالعاتی جائزہ لیا گیا ہے، وہ تین مسائل اس دور میں کافی اہمیت کے حامل ہیں ان میں سے پہلا مسئلہ غیر مسلم کو سلام میں پہلا کرنا یا اس کے سلام کا جواب دینے سے متعلق ہے، دوسرا مسئلہ عصمت انبیاء کا ہے کہ انبیاء سے گناہ کا صدور نہیں ہو سکتا، تیسرا اہم مسئلہ جو آج کل ایک فرقہ وارانہ شکل اختیار کر چکا ہے وہ عذاب قبر کا ہے۔

1۔ غیر مسلم کو سلام میں پہل کرنا اور اس کے سلام کے جواب کا حکم

آج کل چونکہ دنیا سمٹ چکی ہے اور ہر کسی سے واسطہ پڑتا ہے، خاص کر غیر مسلم حضرات سے اس وجہ سے مسلم امت کے افراد کی طرف سے یہ سوال بار بار سامنے آتا ہے کہ غیر مسلم کو سلام کرنا یا اس کے سلام کا جواب دینے کا کیا حکم ہے، کیا ہم سلام میں پہل یا سلام کا جواب دے دیتے ہیں، علامہ سیوطیؒ الاکلیل فی استنباط التنزیل میں اس مسئلے کے حوالے سے سورہ طٰہٰ میں لکھتے ہیں کہ :

"قوله تعالى: {والسلام على من اتبع الهدى}فيه دليل على منع السلام على الكافر. وأنه إذا احتيج إليه في خطاب أو كتاب يؤتى بهذه الصفة. "[7]

"اللہ تعالیٰ کا قول، والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ، اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ کافر شخص کو سلام کرنا جائز نہیں ہے اور اگر کسی غرض کی وجہ سے کافر سے گفتگو یا خط لکھنے کی ضرورت ہو تو سلام کرنے کے بجائے، والسلام علی من اتبع الھدیٰ کہا جائے۔"

علامہ سیوطیؒ نے مذکورہ عبارت میں یہ مسئلہ ذکر کیا ہے کہ کافر کو ابتداً سلام کرنا جائز نہیں ہے اگر کسی غرض کی وجہ سے کافر کے ساتھ گفتگو کرنے یا خط وکتابت کی ضرورت پڑھ جائے تو بھی کافر کو ابتداء سلام کرنا جائز نہیں ہے بلکہ اس کو والسلام علی من اتبع الھدیٰ کہا جائے، اور اگر غیر مسلم سلام کرے تو جواب میں وعلیکم یا ھداک اللہ کہا جائے، البتہ اگر کسی دینی یا دنیوی غرض سے کافر سے ملنا ہو تو پھر سلام کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، سنن ترمذی میں نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ،

" عن أبي هريرة، أن رسول اللّه قَال لا تبدأوا اليهود والنصارى بالسلام، وإذا لقيتم أحدهم في طريق فاضطروه إلى أضيقه"[8]

"ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہودیوں اور عیسائیوں کو سلام کرنے میں پہل نہ کرو اور جب تم ان میں سے کسی کو راستے میں ملو تو اسے تنگ راستے کی طرف مجبور کردو۔"

البتہ اگر کئی مسلم اور غیر مسلم جمع ہو تو مسلمان کا نیت کرکے سلام کر سکتے ہیں، اور آج کل جو غیر مسلم ہمارے مسلم ممالک میں رہ رہے ہیں جس کو ہمارے اصطلاح میں ذمی کہا جاتا ہے، وہ حضرات اگر سلام کرے تو اسے صرف "وعلیکم" کہا جائیگا، قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ لکھتے ہیں کہ:

" وان كان فى القوم اختلاط من المسلمين والمشركين عبدة الأوثان واليهود يسلم عليهم۔۔۔لكن ينوى بالسلام المسلمين منهم كيلا يلزم بداية السّلام على الكافر مسئلة: لا بأس برد السلام على اهل الذمّة لكن لا يزيد على قوله وعليك لقوله صلى الله عليه وسلم إذا سلم عليكم اهل الكتاب فقولوا وعليكم ۔"[9]

"اگر کئی مسلمان، مشرک اور یہودی ملے جلے ہوں تو ان کو سلام کیا جائے۔۔۔ لیکن سلام کرتے وقت نیت مسلمان کا ہو تاکہ کافر کو ابتدائی سلام نہ ہو، مسئلہ: ذمی کافروں کے سلام کا جواب دینے میں کوئی ہرج نہیں مگر صرف وعلیک کہے اس سے زیادہ نہ کہے کیونکہ حضرت انسؓ کی روایت سے شیخین نے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم کو اہل کتاب سلام کریں تو وعلیکم کہہ دو۔"

بلکہ علماء کرام نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ اگر کسی کافر سے کوئی کام ہو یا وہ ہمسایہ ہو یا سفر میں ساتھ ہو یا کوئی اور سبب ہو تو سلام میں پہل بھی کیا جاسکتا ہے، جہاں تک بات ہے ابوہریرہؓ والی حدیث میں ممانعت کا تو اس کا جواب دیتے ہوئے، علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں:

"فبان بهذا أن حديث أبي هريرة (لا تبدءوهم بالسلام) إذا كان لغير سبب يدعوكم إلى أن تبدءوهم بالسلام، من قضاء ذمام أَوْ حاجة تعرض لكم قبلهم، أَوْ حق صحبة أَوْ جوار أَوْ سفر۔"[10]

"اس سے ظاہر ہوا کہ حضرت ابوہریرہ کی حدیث (کہ انہیں پہلے سلام نہ کرو۔ اس صورت میں ہے جب کوئی ایسا سبب نہ ہو جو سلام کرنے کا موجب ہو مثلاً کوئی فیصلہ کرانا ہو، کوئی اور حاجت ہو جو تمہیں ان کی طرف سے لاحق ہو یا دوست کا حق ہو یا پڑوس کا حق ہو یا سفر کا حق ہو۔"

غیر مسلم کو سلام کرنے اور نہ کرنے کے بارے میں کچھ احادیث میں جواز جبکہ کچھ میں عدم جواز معلوم ہوتی ہے، مفتی محمد شفیعؒ اپنے تفسیر معارف القران میں ان کی بہتر انداز میں تطبیق فرمائی ہے:

"امام نخعی نے یہ فیصلہ فرمایا کہ اگر تمہیں کسی کافر یہودی نصرانی سے ملنے کی کوئی دینی یا دنیوی ضرورت پیش آجائے تو اس کو ابتدائی سلام کرنے میں مضائقہ نہیں اور بے ضرورت سلام کی ابتداء کرنے سے بچنا چاہیے اس میں مذکورہ دونوں حدیثوں کو تطبیق ہو جاتی ہے واللہ اعلم۔"[11]

فقہ حنفی کا مشہور انسائیکلوپیڈیا "ردالمحتار" میں علامہ ابن عابدین شامیؒ لکھتے ہیں کہ:

"فلایسلم ابتداءً علی کافر---في التتارخانية: وإذا سلم أهل الذمة ينبغي أن يرد عليهم الجواب، وبه نأخذ."[12]

"غیر مسلم کو ابتداء سلام نہ کیا جائے---تاتارخانیہ میں ہے کہ جب اہل ذمہ (مسلمان ملک میں رہنے والا غیر مسلم) سلام کرے مناسب ہے کہ اس کا جواب دیا جائے، اور یہی ہمارا مذہب ہے۔"

نتیجہ کلام یہ کہ غیر مسلم کو ابتداءً ان الفاظ سے سلام کرنا جائز نہیں ہے جو اہلِ اسلام کو کیا جاتا ہے، یعنی السلام علیکم کہنا، البتہ اگر غیر مسلم سلام میں پہل کرے تو اسے سلام کا جواب دے دینا چاہیے، لیکن جواب میں "وعلیکم السلام" پورا نہیں کہا جائے، بلکہ صرف "وعلیک" کہنے پر اکتفا کیا جائے۔ اور اگر غیر مسلم کو کسی دینی یا دنیوی کام اور مصلحت کی وجہ سے ابتداءً سلام کرنا پڑے تو کیا جا سکتا ہے۔

2۔ مسئلہ عصمت انبیاء

دورِ جدید میں تو انبیاء کرام علیہ السلام اور خاص کر نبی کریم ﷺ کی ابرو ریزی کی وباء پھیلی ہے، لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ انبیاء کرام اور کی عصمت اور ان کے مقام کو اجاگر کیا جائے، سورہ طٰہ میں اللہ تعالیٰ سیدنا آدمؑ کی لغزش کی توجیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"ولقد عهدنآ الٰی ادم من قبل فنسي ولم نجد له عزما۔"[13]

"اور ہم نے اس سے پہلے آدم کو ایک بات کی تاکید کی تھی، پھر ان سے بھول ہو گئی، اور ہم نے ان میں عزم نہیں پایا۔"

اسی آیت کریمہ کے تناظر میں عصمت انبیاء ء کے حوالے سے علامہ جلال الدین سیوطیؒ اپنی تفسیر الاکلیل فی استنباط التنزیل میں سورہ طٰہٰ میں لکھتے ہے کہ: "قوله تعالى:{فنسي ولم نجد له عزما}استدل به وبقوله: {وعصى آدم ربه}من قال بوقوع المعاصي من الأنبياء نسياناً"[14] "اللہ تعالیٰ کا قول" فنسی ولم نجدله عزما" اس آیت سے اور اللہ کا قول" وعصی آدم ربه" سے بعض علماء نے انبیاء کرام سے بھول میں گناہ کے سرزد ہونے پر استدلال کیا ہے۔"

اس بات پر تو امت کا اتفاق ہے کہ دانستہ طور پر انبیاء کرام سے گناہ کا صدور ناممکن ہے البتہ خطاء ممکن ہے کہ نہیں ؟ اس حوالے سے علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے بعض علماء کرام کی طرف یہ بات منسوب فرمائی ہے کہ انبیاء کرام سے خطاء اور نسیان میں غلطی سرزد ہو جاتی ہے، مگر قائل کا نام اور مذہب ذکر نہیں فرمایا جو کہ اس قول کے

ضعف کی طرف اشارہ ہے، کیونکہ امام جلال الدین سیوطیؒ کا خود مذہب یہی ہے کہ انبیاء ہر قسم کے گناہوں سے پاک ہے، جیسا کہ ایک اور مقام پر تفسیر اکلیل میں لکھتے ہیں:

" {فاستغاثه الّذي من شيعته}وإنماعده ذنباً لأن الأنبياءلايفعلون أمراً إلا بإذن تعالى. "[15]

"اللہ تعالیٰ کا قول:فاستغاثه الّذي من شيعته(موسیٰؑ کے اس لغزش کو)اللہ تعالیٰ نے گناہ سے تعبیر فرمایا کیونکہ انبیاء کا ہر فعل اللہ کی اجازت سے ہوتی ہے جبکہ یہاں کام بغیر اجازت کی کی گئی۔"

علامہ جلال الدین سیوطیؒ کی طرح عصمت انبیاء کے بارے میں آئمہ اربعہ اور جمہور امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ انبیاء علیہم السلام تمام چھوٹے بڑے گناہوں سے معصوم اور محفوظ ہوتے ہیں، بعض لوگوں کا مسلک یہ ہے کہ انبیاء کرام سے صغیرہ گناہ سرزد ہوتے ہیں، یہ جمہور علماء کے نزدیک صحیح نہیں ہے اس لئے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لئے مقتداء بنا کر بھیجا ہے اگر ان سے بھی کوئی کام اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف گناہ صغیرہ یا گناہ کبیرہ صادر ہوسکے تو انبیاءؑ کے اقوال وافعال سے امن اٹھ جائے گا اور وہ قابل اعتماد نہیں رہیں گے ،البتہ قران کریم کی بہت سی آیت میں متعدد انبیاءؑ کے متعلق ایسے واقعات مذکور ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان سے گناہ سرزد ہوا، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر عتاب بھی ہوا، ایسے واقعات کا حاصل باتفاق امت یہ ہے کہ کسی غلط فہمی یا خطاء ونسیان کی وجہ سے ان کا صدور ہو جاتا ہے کوئی پیغمبر جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کے خلاف عمل نہیں کرتا غلطی اجتہادی ہوتی ہے یا خطاء ونسیان کے سبب قابل معافی ہوتی ہے جس کو اصطلاح شرع میں گناہ نہیں کہا جاسکتا، اور یہ سہو ونسیان کی غلطی ان سے ایسے کاموں میں نہیں ہوسکتی جن کا تعلق تعلیم وتبلیغ اور تشریع سے ہو بلکہ ان سے ذاتی افعال اور اعمال میں ایسا سہو ونسیان ہوسکتا ہے تاہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک انبیاءؑ کا مقام نہایت بلند ہے اور بڑوں سے چھوٹی سی غلطی بھی ہو جائے تو بہت بڑی غلطی سمجھی جاتی ہے اس لئے قران حکیم میں ایسے واقعات کو معصیت اور گناہ سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس پر عتاب بھی کیا گیا ہے اگرچہ حقیقت کے اعتبار سے وہ گناہ ہی نہیں، حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ اپنے تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

"تحقیق یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی عصمت تمام گناہوں سے عقلاً اور نقلاً ثابت ہے ائمہ اربعہ اور جمہور امت کا اس پر اتفاق ہے کہ انبیاء علیہم السلام تمام چھوٹے بڑے گناہوں سے معصوم و محفوظ ہوتے ہیں اور بعض لوگوں نے جو یہ کہا ہے کہ صغیرہ گناہ ان سے بھی سرزد ہوسکتے ہیں جمہور امت کے نزدیک صحیح نہیں، وجہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو لوگوں کا مقتدا بنا کر بھیجا جاتا ہے اگر ان میں سے بھی کوئی کام اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف خواہ گناہ کبیرہ ہو یا صغیرہ صادر ہوسکے تو انبیاء کے اقول وافعال سے امن اٹھ جائے گا اور وہ قابل اعتماد نہیں رہیں گے جب انبیاء علیہم السلام ہی پر اعتماد واطمینان نہ رہے تو دین کا کہاں ٹھکانہ ہے۔"[16]

مولانا ادریس کاندھلویؒ اپنے تفسیر میں لکھتے ہیں کہ :

"اہل حق کا یہ اجماعی عقیدہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام خداوند ذوالجلال کی نافرمانی سے معصوم ہوتے ہیں، صغیرہ اور کبیرہ سے پاک اور منزہ ہوتے ہیں، قصداً اور ارادۃً ان سے حق تعالیٰ کی نافرمانی ممکن نہیں، اگر قصداً اُن سے حکم الٰہی کی مخالفت ممکن ہوتی تو حق جل شانہ مخلوق کو ان کی بے چون وچرا اطاعت اور متابعت کا حکم نہ دیتا اور ان کی اطاعت کو اپنی اطاعت نہ قرار دیتا اور انبیاء کرام کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو اپنے ہاتھ پر بیعت کرنا نہ قرار دیتا۔"[17]

علامہ قرطبیؒ اپنے تفسیر میں لکھتے ہیں کہ :

"وقال جمهور من الفقهاء من أصحاب مالك وأبي حنيفة والشافعي: إنهم معصومون من الصغائر كلها كعصمتهم من الْكبائر أجْمعها، لأنّا أمرنا باتباعهم في أفعالهم وآثارهم وسيرهم أمرا مطلقا من غير التزام قرينة۔"[18]

"جمہور فقہاء، مالکی، ابوحنیفہ اور امام شافعی فرماتے ہیں: وہ تمام صغائر سے اسی طرح معصوم ہیں جس طرح کبائر سے معصوم ہیں کیونکہ ہمیں ان کے افعال، آثار اور سیرت میں ان کی اتباع کا بغیر کسی قرینہ کے التزام کے حکم دیا گیا ہے۔"

اب مسئلہ یہ ہے کہ انبیاء سے گناہ نہیں ہوتی بلکہ بھول چوک ہوتی ہے تو اس بھول چوک کا کیا مطلب ؟ اس کا انبیاء اور غیر انبیاء کے حق میں کیا نقصان ہے ؟ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ اپنے تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں کہ :

"فالخطاء والنسيان إن كان مرفوعا عن الإنسان لا يواخذ بهما في الاخرة بالنار لكن الخواص من الناس لعلو درجتهم مؤاخذون بهما وبما هو ترك الاولى والأفضل لا بالنار في الاخرة بل بالغين على القلوب في الدنيا والهجران من المعاملات۔"[19]

"عام لوگوں کی بھول چوک پر آخرت میں پکڑ نہ ہوگی اور دوزخ کا عذاب نہ ہوگا لیکن خواص کا حکم اور ہے وہ بھول چوک پر آخرت میں دوزخ کے عذاب سے گو محفوظ ہیں ان کا درجہ بلند ہے وہ اہل قرب ہیں اس لئے بھول چوک کی پاداش میں ان کے دلوں پر زنگ آجاتا ہے۔"

ابن العربیؒ نے "احکام القرآن" میں آیت مذکورہ کے حوالے سے اہم بات ارشاد فرمائی :

"ہم میں سے کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ آدمؑ کی طرف یہ لفظ عصیان منسوب کرے بجز اس کے کہ قرآن کی اس آیت کے یا کسی حدیث نبوی کے ضمن میں آیا ہو وہ بیان کرے لیکن یہ کہ اپنی طرف سے یہ لفظ منسوب کرنا ہمارے اپنے قریبی آباء واجداد کے لیے بھی جائز نہیں، پھر ہمارے سب سے پہلے باپ جو ہر حیثیت میں ہمارے آباء سے مقدم اور اعظم واکرم ہیں اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبر معزز ہیں جن کا عذر اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا اور معافی کا اعلان کر دیا ان کے لیے تو کسی حال میں جائز نہیں۔"[20]

بعض گناہ جو "حکم کے خلاف "قصد وارادہ سے سرزد ہوتے ہیں لیکن گناہ گار اس میں خیر کی نیت رکھتا ہے، اور اس کو معصیت نہیں سمجھتا بلکہ بزعم خویش اللہ تعالیٰ کا مطیع وفرمانبردار ہوتا ہے، یا یہ کہ وہ فعل اس کے لیے مباح ہے اس لیے کہ وہ تاویل کرتا ہے کہ وہ "حکم "جس کا وہ مامور ہے، وہ بطور وجوب اور تحریم نہیں بلکہ "وہ "اگر بصیغہ امر ہے، تو استحباب پر محمول کرتا ہے، اگر بصیغہ نہی ہے تو کراہت ہیں، اور یہی تاویل معصیت انبیاء سے سرزد ہوتی ہے اور ان کی جواب طلبی اور گرفت ہوتی ہے اور اسی تاویل وتوجیہہ سے حضرت آدمؑ نے شجر ممنوعہ کا پھل کھایا تھا، حضرت آدمؑ کے اس واقعہ کے متعلق علماء تفسیر نے بہت سے توجیہات لکھی ہیں: "جس وقت آدمؑ کو منع کیا گیا تو ایک خاص درخت کی طرف اشارہ کر کے منع کیا گیا۔۔۔۔آدم کو خیال گزرا کہ جس درخت کی طرف اشارہ کر کے منع کیا گیا ممانعت اس کے ساتھ خاص ہے، شیطان نے یہی وسوسہ ان کے دل میں مستحکم کر دیا اور قسمیں کھا کر باور کرایا۔۔۔۔یہ بھی ممکن ہے کہ شیطان نے یہ وسوسہ دل میں ڈالا ہو کہ درخت کی ممانعت صرف آپ کی ابتداء پیدائش کے ساتھ مخصوص تھی۔۔۔۔اس وقت ان کو ممانعت یاد نہ رہی جو ابتداء میں کی گئی تھی۔"[21]

تحقیق یہ ہے کہ انبیاء علیہ السلام کی عصمت تمام گناہوں سے عقلاً و نقلاً ثابت ہے ائمہ اربعہ اور جمہور امت کا اس پر اتفاق ہے کہ انبیاء علیہ السلام تمام چھوٹے بڑے گناہوں سے معصوم و محفوظ ہوتے ہیں اور بعض لوگوں نے جو یہ کہا ہے کہ صغیرہ گناہ ان سے بھی سرزد ہوتے ہیں جمہور امت کے نزدیک صحیح نہیں۔

3۔عذاب قبر

امت مسلمہ کا المیہ یہ ہے کہ وہ فرقوں میں بٹ گئے ہیں، ہر روز ایک نیا فتنہ نئے فرقے کی شکل میں سر اٹھاتا ہے، آج کل انکار عذاب قبر کے حوالے سے کچھ لوگ چہ مگوئیاں ہو رہی ہے، دراصل یہ انکار عذاب قبر کے آڑ میں انکار حدیث کر رہے ہیں، عذاب قبر پر بحث کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ قبر کے مفہوم کو واضح کیا جائے کہ قبر کا کیا معنی ہے؟ علم عقائد کی اصطلاح میں قبر سے مراد "عالم بَرْزَخ "ہے اور برزخ اس مدت اور زمانے کا نام ہے جو دنیا اور آخرت کے درمیان ہے، یعنی موت کے وقت سے لے کر قیامت تک کا درمیانی 'وقفہ 'برزخ کہلاتا ہے، جیسا کہ امام ابن قیمؒ فرماتے ہیں:

"ومما ينبغي أن يعلم أن عذاب القبر هو عذاب البرزخ، فكل من مات وهو مستحق للعذاب، ناله نصيبه منه، قُبِر أولم يُقبر، فلو أكلته السباع أو حرِّق حتى صار رمادا أو نسف في الهواء أو صلب أو غرق في البحر، وصل إلى روحه وبدنه من العذاب ما يصل إلى المقبور"[22]

"اس امر کا علم رکھنا ضروری ہے کہ عذابِ قبر اصل میں عذابِ برزخ ہی کا دوسرا نام ہے، ہر مرنے والے کو جو عذاب کا مستحق ہو، اس کا حصہ پہنچ جاتا ہے، خواہ اسے قبر میں دفن کیا جائے یا نہ، اسے درندے کھا گئے ہوں یا وہ آگ میں جلا دیا گیا ہو، اس کی راکھ ہوا میں اُڑا دی گئی ہو یا وہ پھانسی دے دیا گیا ہو یا سمندر میں ڈوب مرا ہو، (ان سب حالات میں) روح اور بدن کو وہ عذاب پہنچ کر رہے گا جو قبر والوں کو ہوتا ہے۔"

قبر کا معنی اور مفہوم متعین ہونے کے بعداب عذاب قبر پر مفصل بحث کرتے ہیں، چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی ؒ" الاکلیل فی استنباط التنزیل"میں سورہ طٰہٰ میں لکھتے ہیں:

"قوله تعالى: {فإن له معيشة ضنكا}فسرت في الحديث بعذاب القبر۔"[23]

"اللہ تعالیٰ کا قول"فان لہ معیشۃ ضنکا" سے حدیث میں قبر کا عذاب مراد ہے۔"

علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے مذکورہ عبارت میں اللہ تعالیٰ کا قول"فان لہ معیشۃ ضنکا"کی تفسیر بیان فرمائی ہے وہ فرماتے ہیں کہ قران کی آیت سے حدیث میں عذاب قبر مراد لیا گیا ہے جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ عذاب قبر برحق ہے، ابن ابی شیبہ نے ایک حدیث نقل کی ہے:

"إسماعيل بن علية، عن عبد الرحمن بن إسحاق، عن أبي حازم، عن النعمان بن أبي عياش، عن أبي سعيد: " {فإن له معيشة ضنكا} [طه: 124] "، قال: عذاب القبر۔"[24]

"اسماعیل بن علیہ عبدالرحمٰن بن اسحاق سے وہ ابی حازم سے وہ نعمان بن ابی عیاش سے وہ ابو سعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ "فان لہ معیشۃ ضنکا" سے مراد عذاب قبر ہے۔"

علامہ قرطبیؒ اپنے تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

" وهو الصحيح أنه عذاب القبر،رواه أبو هريرة مرفوعا عن النبي صلى الله عليه وسلم وقد ذكرناه في كتاب" التذكرة قال أبو هريرة يضيق على الكافر قبره حتى تختلف فيه أضلاعه، وهو المعيشة الضنك"[25]

" صحیح بات یہ ہے کہ اس سے مراد عذاب قبر ہے جس طرح کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے مرفوعاً اس قول کو نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے۔ ہم نے اپنی کتاب التذکرہ میں ذکر کیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا: کافر پر اس کی قبر تنگ ہوتی ہے حتیٰ کہ اس کی پسلیاں ادھر ادھر ہو جاتی ہیں۔ یہ معیشۃ ضنکا ہے۔"

قاضی اپنے تفسیر میں لکھتے ہیں کہ: "بغوی نے ابن مسعودؓ، ابوہریرہؓ اور ابو سعید خدریؓ کا قول نقل کیا ہے کہ معیشۃ ضنکاً سے مراد عذاب قبر ہے۔"[26]

علم العقائد کے مشہور عالم عبدالرحمان بن ناصر شرح العقیدہ الطحاویہ میں لکھتے ہیں کہ:

"ونؤمن بعذاب القبر وبفتنة القبر. أي : سؤال الميت في قبره عن ربه ودينه ونبيه، فقد ثبت عن النبي - صلى الله عليه وسلم - من رواية جماعة من الصحابة رضي الله عنهم۔"[27]

"ہم عذاب قبر اور امتحان قبر پر ایمان رکھتے ہیں،یعنی مردے سے قبر میں یہ سوال کہ تمھارا رب کون ہے ؟ تمھارا دین کیا ہے ؟ تمھارا نبی کون ہے ؟ یہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کی ایک جماعت سے ثابت ہے۔"

اسی طرح الصحیح للبخاری کی ایک روایت میں ہے کہ:

"عن النبي - صلى الله عليه وسلم -: (إن الميت إذا وضع في قبره أتاه ملكان فيقعدانه

ويقولانه له: من ربك؟ وما دينك؟ ومن نبيك؟"[28]

"نبی ﷺ سے روایت ہے کے میت کو جب قبر میں رکھا جاتا ہے تو دو فرشتہ آتے ہے اور اور وہ بیٹھ کر اس میت سے کہتے ہے کہ تمہارا رب کون ہے؟ آپکا دین کیا ہے؟ آپ کا نبی کون ہے؟"

امام بیہقیؒ لکھتے ہیں کہ: "والأدلة على فتنة القبر وعذاب القبر متواترة."[29] "عذاب قبر اور امتحان قبر پر دلائل متواتر ہیں۔"

اسی طرح سورہ ابراھیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: "يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت في الحياة الدنيا وفي الآخرة."[30] "اللہ تعالیٰ مومن کو دنیا اور آخرت میں صحیح بات پر ثابت قدم رکھے گا۔"

ایک مشہور حدیث میں نبی کریم ﷺ اپنے اصحاب کرام سے فرمانے لگے:

"عن عثمان بن عفان، قال: كان النبي صلى الله عليه وسلّم، إذا فرغ من دفن الميت وقف عليه، فقال: استغفروا لأخيكم، وسلوا له بالتثبيت، فإنه الآن يسأل"[31]

"نبی کریم ﷺ جب میت کو دفن کرنے سے فارغ ہو جاتے تو قبر پر کھڑے ہو کر صحابہ سے فرماتے کہ اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو اور اس کے لئے استقامت مانگو کیونکہ ابھی اس سے سوال ہونے والا ہے۔"

ان تفسیری، عقائد اور احادیث کی مروی روایات کا تقاضہ یہ ہے کہ عذاب قبر برحق ہے، یعنی نقل سے ثابت ہے کیونکہ نبی ﷺ جو کہ صحیح خبر دیتا ہے اس نے خبر دی ہے اور عقل اس کا انکار نہیں کرتا۔

References

1. Gangohi, Muhammad Haneef,Zafr ul Muhasileen bi Ahwal lil Musanifeen, Daralashat karachi, san Ishaat nadarad,SAFA:44
2. Aizan:44
3. Hareree,Ghulam Muhammad,Tareekh Tafseer wa Mufasireen, Faisalabd, Malik sons and Publishers ,1999,SAFA:229
4. Sayoti, Jalaludeen, Abdul Rahman, Muqadama al ikleel fi Istenbat e Tanzeel, Darul Kutab Al ilmiya, Beirut,1981,SAFA:5
5. Gangohi, Muhammad Haneef,Zafr ul Muhasileen bi Ahwal lil Musanifeen, SAFA:46
6. Tahanwi,Ashraf ali, Tafseer Bayan ul Quran, Lahore, Maktaba e Rehmaneya, sane Ishaat nadard,Jeld:2,SAFA:457
7. Sayoti, Jalaludeen, Abdul Rahman, ikleel fi Istenbat e Tanzeel, Darul Kutab Al ilmiya, Beirut,1981,SAFA:177
8. Tirmizi, Muhammad Ibne Esa,al sunan,abwab ul Isteezan,babu ma Jaa fi asslaam ala Ahle Zemma,Hathes,No:2700, Dar ul maghrib al islami, Beirut, Jeld:4, SAFA:353
9. Pani Pati,Qazi Sanaullah,Tafseer e Mazhari, Maktaba e Rasheedeya,Quetta,san e Ishaat Nadarad,Jeld:2,SAFA:175

10. Qurtubi,Muhammad Ibne Ahmad,Al jame le Ahkam el quran, Daral kutub al mesreya, Qahira, 1964Jeld.11,SAFA:112

11. Usmani,Mufti,Muhammad,Shafi,MaarifUlQuran,IdaraAlMaarif,Karachi,1987,Jeld:6, SAFA:35

12. Shami,ibn e Aabideen, Muhammad Ameen, Radd ul Muhtar,H M Saeed Company, Karachi, sane ishaat nadard,Jeld:6,SAFA:412

13. Sura e Taha:20:115

14. Sayoti, Jalaludeen, Abdul Rahman, Muqadama e ikleel fi Istenbat e Tanzeel, SAFA:177

15. Aizan:266

16. Usmani,Mufti,Muhammad Shafi,Maarif Ul Quran, Jeld:1,SAFA:195

17. Kandhilwi, Muhammad idrees , Maarif Ul Quran, Maktaba Al Maarif, Shahdadpur Sindh,Jeld:1,SAFA:135

18. Qurtubi,Muhammad Ibne Ahmad,Al jame le Ahkam el quran,Jeld.1,SAFA:308

19. Pani Pati,Qazi Sanaullah,Tafseer e Mazhari,Jeld:2,SAFA:171

20. Ibn ul Arabi, Abubakar Muhammad ibn e Abdullah, Ahkaam ul quran,Dar ul marifa, Beirut, 1972,Jeld:1,SAFA:202

21. Usmani,Mufti,Muhammad Shafi,Maarif Ul Quran, Jeld:1,SAFA:195

22. Ibn ul Qaim Juze, Ketab ur rooh, Dar e ibne Hizam, Beirut, sane ishat nadarad,SAFA:56

23. Sayoti, Jalaludeen, Abdul Rahman, Muqadama e ikleel fi Istenbat e Tanzeel,SAFA:177

24. Ibne abi Shaiba,Abdullah Abne Muhammad, Mussanaf, Maktaba al rasheed, Riyadh, 1409,SAFA:144

25. Qurtubi, Muhammad Ibne Ahmad, Al jame le Ahkaam el quran, Jeld.11, SAFA:259

26. Pani Pati, Qazi Sanaullah, Tafseer e Mazhari,Jeld:7,SAFA:267

27. Albaraak, Abdurahman abn e naser,Sharh ul Aqeeda tu tahaweya, Dar altadmariya, 2008.Jeld:1,SAFA:295

28. Bukhari, Muhammad ibne Ismail, Aljame Alsaheeh, Kitab ul Janaiz, babu ma Jaa fi Azab el Qabar, Hathes:no:1374, Qadeemi Kutab Khana, Karachi, Jeld:1, SAFA:183

29. AlBehaqi,Ahmad Ibne Alhusain,Isbaate Azab el qabar, Darulfurqan, Uman, 1405, SAFA:31

30. Sura Ibrahem:14:29

31. Abu Dawood, Suleman ibne Ashas, Alsunan, Kitab ul janaiz, babu alisteghfar indal qabar, Hathes,no:3221,maktaba e Rahmaniya, Lahore, san e Ishaat nadard,Jeld:2,SAFA:105